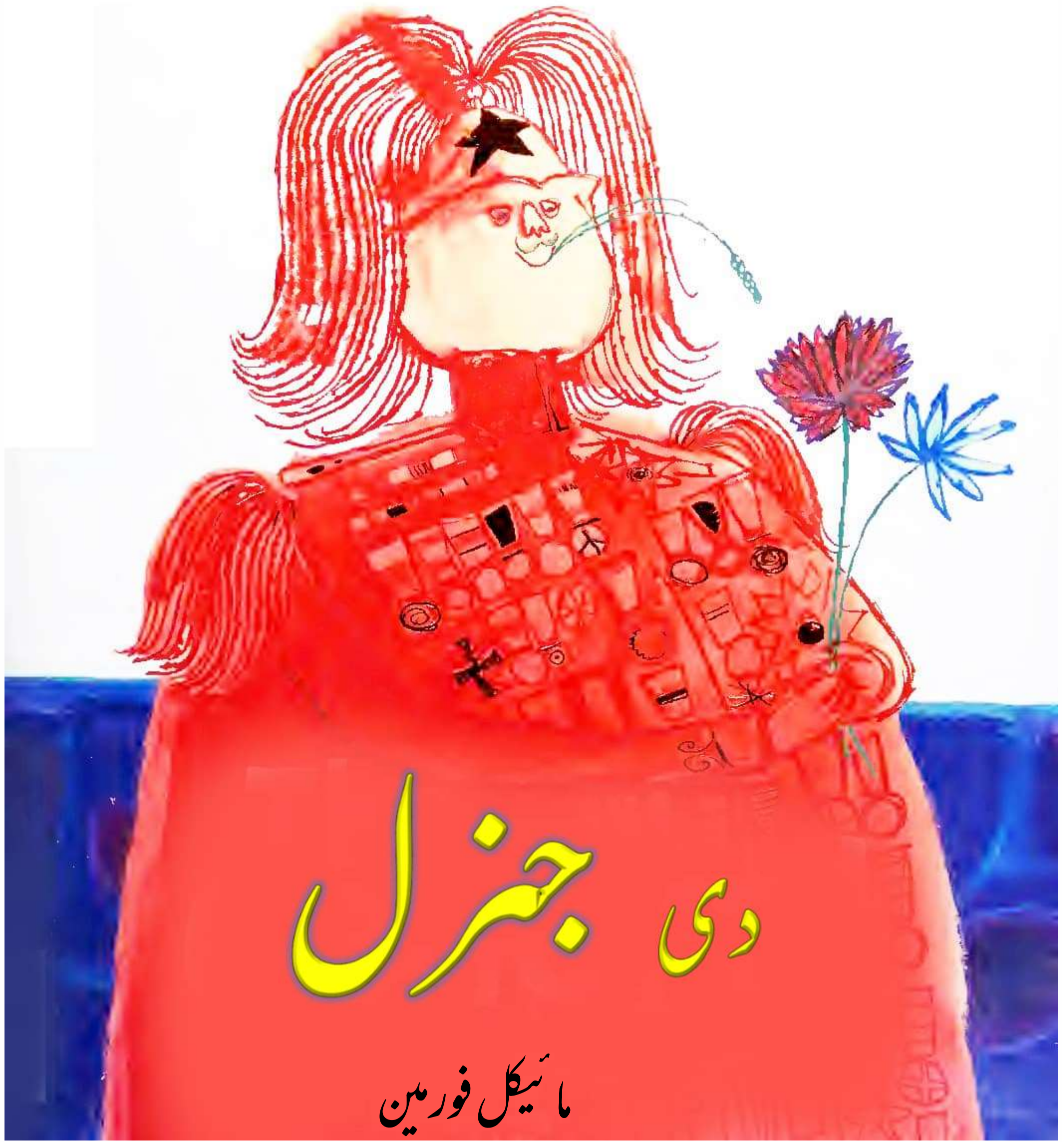
تصویر کشی : جینیٹ چارٹرز



امن اور خوبصورتی کا ایک جشن

دی جنرل

مائیکل فورمین

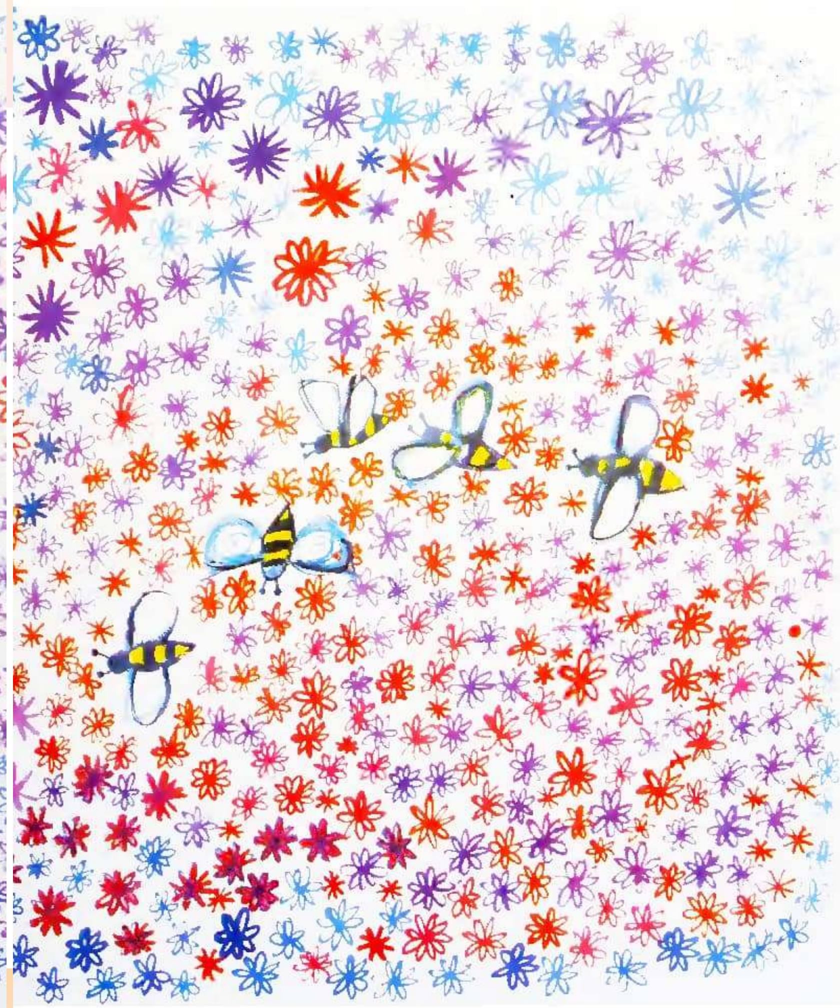
یہ ایوارڈیافتہ مصور مائیکل فورمین کی پہلی
تصویری کتاب ہے، جو پہلی بار 1961 میں
شائع ہوئی تھی۔ اسے یہاں ایک نئی نسل
کے لیے اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ
دوبارہ پیش کیا گیا ہے۔

"آج کے دور میں کام کرنے والے سب
سے زیادہ باصلاحیت اور ہمہ جہت فنکاروں
میں سے ایک۔"
——پبلشرز ویکلی

"
مائیکل فورمین کی تصویری کتابیں ایک دور کی
عکاسی کرتی ہیں۔"
—— ولسن لائبریری جرنل

"
تخلیق کاروں نے الفاظ اور تصاویر کے
درمیان وہ ناممکن حد تک متوازن توازن
حاصل کرلیا ہے جو کتاب کو انڈے کی طرح
بالکل صاف ستھرا اور مکمل بناتا ہے۔"
دی ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ





جینیٹ چارٹرز

تصویر کشی : جینیٹ چارٹرز

دی

جنرل



اردو : محمد نسیم

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک جنرل تھا۔





ہر صبح بہت جلدی، جیسے ہی سورج طلوع ہوتا، سپاہیوں کو پریڈ کے میدان میں چست لباس پہنے ہوئے مارچ کی مشق کے لیے تیار رہنا پڑتا تھا۔

جب وہ مارچ ختم کرلیتے، توسپاہی کئی گروہوں میں تقسیم ہوجاتے۔ باورچی کھاناتیار کرنے کے لیے کچن میں چلے جاتے۔ رسالہ (گھڑسوار فوج) گھوڑوں کی دیکھ بھال اورانہیں کھانا کھلانے کے لیے اصطبل کا رخ کرتا۔





اس کا نام جنرل جودھپور تھا۔ وہ دنیا کا سب سے مشہور جنرل بننا چاہتا تھا اورچاہتا تھاکہ دوسرے تمام ممالک کے جنرل اس کی فوج کی تعریف کریں۔

اوراسی لیے وہ اپنے سپاہیوں کو اپنے ہتھیار صاف کرنے، اپنی وردیاں استری کرنے اوراپنے تمغوں اور بوٹوں کوچمکانے میں مصروف رکھتا تھا۔



باقی سپاہی فائرنگ کی مشق کے لیے رائفل رینج (نشانہ بازی کے میدان) چلے جاتے، اور افسران اس بات کو یقینی بناتے کہ آدمی اپنے کام درست طریقے سے انجام دیں۔



شام کو، جب کیمپ میں خاموشی ہوتی، تو جنرل جودھپور کو دیر تک جاگنا اور دوسرے جنرلوں اور ان مشہور جنگوں کے بارے میں پڑھنا پسند تھا جو ان کی فوجوں نے جیتی تھیں۔ وہ اس دن کے لیے کتنا ترستا تھا جب وہ اور اس کی فوج اتنے مشہور ہو جائیں گے کہ ان کے بارے میں ایک کتاب لکھی جائے گی۔



ایک اتوار کی صبح، جب جنرل جودھپورا اپنے بڑے سفید گھوڑے پر دیہی علاقے میں سواری کر رہا تھا، ایک چمکدار سرخ لومڑی راستے کے سامنے سے تیزی سے گزری۔ گھوڑا اتنا ڈر گیا کہ وہ اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا، جنرل کو زمین پر گرا دیا، اور سرپٹ دوڑتا ہوا جنگل کی طرف بھاگ گیا۔

جنرل جودھپور کو چوٹ نہیں آئی تھی۔ وہ کچھ نرم گھاس پر گرا۔ گھاس اتنی نرم تھی اور اس کی خوشبو اتنی پیاری تھی کہ، خود جنرل کے لیے یہ حیران کن تھا کہ وہ وہاں سے ہلنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے گھاس کا ایک تنکا اٹھایا، اسے اپنے دانتوں کے درمیان دبایا، اور گرم دھوپ میں پیچھے کی طرف لیٹ گیا۔





کافی دیر بعد، اس نے فیصلہ کیا کہ اب اسے واپس کیمپ جانا چاہیے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہوا اور تیز قدموں سے چل پڑا۔



اگرچہ وہ اس راستے سے کئی بار گزرا تھا، لیکن اب اس نے ایسی چیزوں پر غور کیا جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں کیونکہ وہ ہمیشہ بہت تیزی سے گزر جاتا تھا۔ اس نے گلہریاں، خرگوش، جنگلی چوہے، خارپشت (hedgehogs)، ابابیل، جنگلی کبوتر اور یہاں تک کہ ایک مور بھی دیکھا۔



اس نے پرندوں کو گاتے ہوئے سنا۔ اچانک ہی جنرل خوبصورت پھولوں کے ایک میدان میں پہنچ گیا۔ اس نے پہلے کبھی اتنا شاندار نظارہ نہیں دیکھا تھا۔ وہاں اس کے تصور سے بھی زیادہ اقسام کے پھول تھے اور اتنے رنگ تھے جن کا کسی مصور نے کبھی خواب بھی نہیں دیکھا ہوگا۔

جنرل جودھپور چند منٹ کے لیے بالکل ساکت کھڑا رہا، اور پھر وہ آہستہ سے میدان میں چلتا ہوا پھولوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ اس نے شہد کی مکھیوں کو بھنبھناتے ہوئے اندر باہر آتے دیکھا جب وہ شہد بنانے کے لیے زرددانے (pollen) تلاش کر رہی تھیں۔ اس نے سوچا کہ کوئی ایک مکھی ضرور اس کی ناک پر بیٹھے گی، لیکن مکھیاں اتنی مصروف تھیں کہ انہوں نے ایک مشہور جنرل پر بھی دھیان نہیں دیا۔





اس نے کافی دیر تک پھولوں اور شہد کی مکھیوں کو دیکھا۔ یہاں کس قدر سکون تھا۔ اس نے پہلے کبھی ان چیزوں پر غور کیوں نہیں کیا تھا؟

جب وہ آخر کار اٹھا، تو یہ دیکھ کر اسے بہت دکھ ہوا کہ وہ کچھ پھولوں کے اوپر بیٹھا رہا تھا۔ وہ اداس اور مرجھائے ہوئے لگ رہے تھے۔ وہ پھولوں کو چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا، لیکن اسے اپنے سپاہیوں کے پاس واپس جانا تھا۔ اس نے دو پھول توڑنے کا فیصلہ کیا۔

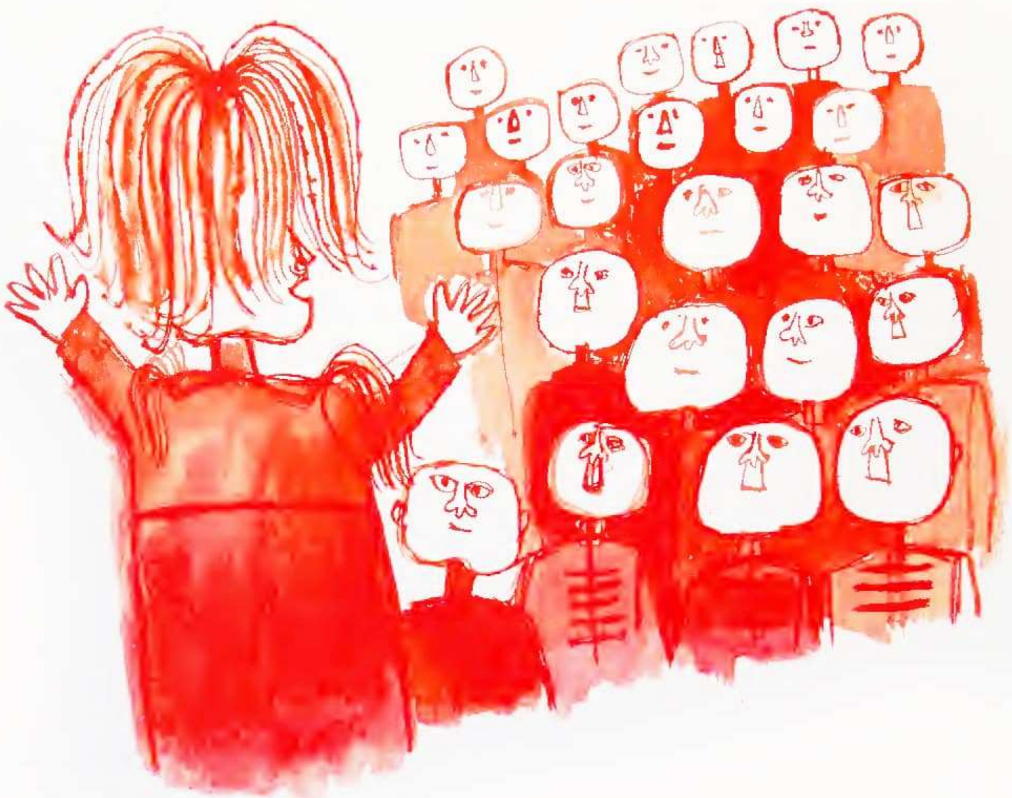




جب جنرل جودھپور بالآخر کیمپ پہنچا تو اندھیرا ہو چکا تھا۔ اس نے دونوں پھولوں کو اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس پانی کے ایک گلاس میں رکھا اور سونے چلا گیا۔

اس رات اس نے ان شاندار چیزوں کے بارے میں خواب دیکھا جو اس نے دن کے وقت دیکھی تھیں — پرندے، جانور، سورج اور پھول۔ پھر اس کے خواب میں ہزاروں سپاہی مارچ کرتے ہوئے آ گئے۔ انہوں نے ایسا خوفناک شور مچایا کہ پرندے اور جانور خوف کے مارے بھاگ گئے۔ سپاہیوں نے پیارے پھولوں کو اپنے پیروں تلے کچل کر برباد کر دیا۔ جنرل غصے سے آگ بگولا ہو کر جاگ اٹھا۔ "روکو، روکو!" وہ سپاہیوں پر چلایا۔ پھر اسے احساس ہوا کہ یہ صرف ایک خواب تھا۔ اس نے دوبارہ سونے کی کوشش کی، لیکن وہ نہ سو سکا۔





وہ جانتا تھا کہ وہ اور اس کے سپاہی کئی بار ہزاروں خوبصورت پھولوں کو پیروں تلے روندتے ہوئے گزرے ہوں گے اور چھوٹے جانوروں کو خوفزدہ کیا ہوگا۔ اس نے خود سے کہا، "میں اب کبھی کسی چیز کو نقصان نہیں پہنچاؤں گا اور نہ ہی ڈراؤں گا۔ میں جانوروں کی مدد کرنے اور پھولوں، پودوں اور اگنے والی دیگر تمام چیزوں کی دیکھ بھال کرنے کی کوشش کروں گا۔"



صبح کے وقت اس نے سپاہیوں سے کہا کہ وہ چاہتا ہے کہ وہ فوج چھوڑ دیں اور اپنے گھروں اور ملازمتوں پر واپس چلے جائیں۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ اپنے ملک کو دنیا کا سب سے خوبصورت ملک بنانے میں اس کی مدد کریں۔ ہر کوئی بہت خوش تھا۔ لیکن جنرل جودھپور سے زیادہ خوش کوئی نہیں تھا۔



کسانوں نے اپنے کھیتوں میں ہل چلانا اور اگلی فصل کے لیے بیج بونا شروع کردیا۔

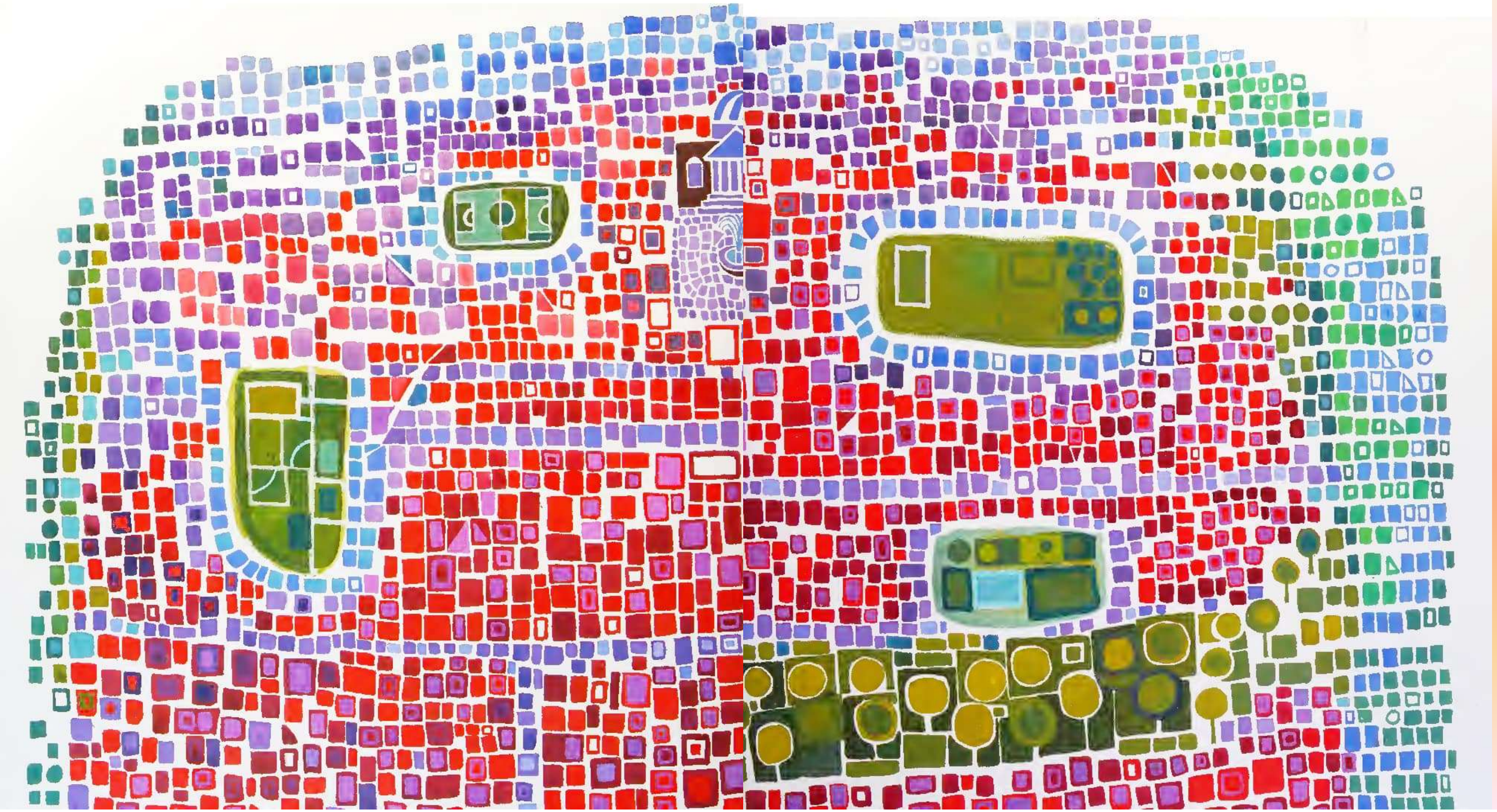


ماہی گیروں نے اپنے جال لیے اور سمندر کی طرف نکل گئے



جنرل نے تعمیر کاروں (بلڈرز) کو حکم دیا کہ وہ فوجی کیمپ کو ایک خوبصورت شہر میں تبدیل کر دیں۔

جس میں دکانیں اور اسکول ہوں، اور ایسے پارک بنائیں جہاں بچے کھیل سکیں۔





جنرل جودھپور اس سب پر بہت پرجوش تھا جو کچھ ہو رہا تھا۔ جب وہ اپنے آدمیوں کے پاس یہ دیکھنے جاتا کہ ان کا کام کیسی ترقی کر رہا ہے —— اور وہ ہر روز ایسا کرتا تھا —— تو وہ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔

ہر روز وہ اس جگہ بھی جاتا تھا جہاں اس نے پہلی بار پھول دیکھے تھے۔ اب سردیوں کا موسم تھا اور پھول وہاں موجود نہیں تھے، لیکن اسے اس میدان کو دیکھنا اچھا لگتا تھا جہاں وہ کھلے تھے اور اپنے ہاتھوں سے مٹی کو چھونا پسند تھا۔ وہ جانتا تھا کہ بہار کے موسم میں پھول دوبارہ واپس آ جائیں گے۔





بالآخر سردیاں ختم ہوگئیں ۔ دیہی علاقوں (میدانوں) میں پھول واپس آ گئے ۔ درختوں پر نئے سبز پتے نمودار ہوئے ؛ اور جو بیج کسانوں نے بوئے تھے ، وہ مٹی سے باہر اپنی کونپلیں نکالنے لگے ۔

مکئی کے پودے لمبے اور ہرے ہو گئے ؛ باغوں میں پھل پک گئے ۔ ہر صبح ماہی گیر گاتے ہوئے چمکتے ہوئے سمندر پر اپنی کشتیاں لے کر نکلتے تھے ۔

ایک صبح جنرل جودھپور کو دو اہم نظر آنے والے خطوط موصول ہوئے ۔ ایک خط دنیا کے مشرقی حصے کے مشہور جنرل نکولائی مارکووچ کی طرف سے تھا۔ دوسرا خط دنیا کے مغربی حصے کے اتنے ہی مشہور جنرل کسٹرڈ کی طرف سے تھا۔ دونوں جنرل خود اپنی آنکھوں سے وہ عجیب و غریب چیزیں دیکھنا چاہتے تھے جن کے بارے میں انہیں بتایا گیا تھا کہ وہ جنرل جودھپور کے ملک میں ہو رہی ہیں۔

جنرل جودھپور نے فوراً ہی انہیں اپنے ہاں آنے اور اپنے ملک کا معائنہ کرنے کی دعوت دی۔ جب جنرل نکولائی مارکووچ اور جنرل کسٹرڈ پہنچے، تو جنرل جودھپور اور ایک براس بینڈ (پیتل کے ساز بجانے والے دستے) نے ان کا استقبال کیا۔ پھر جنرل جودھپور فخر کے ساتھ مہمانوں کو اپنے پورے ملک کی سیر پر لے گیا۔







اس نے انہیں پھلوں کے باغ اور جنگلات، سبزیوں اور اناج سے بھرے کھیت، اور پارکوں اور کھیلوں کے میدانوں پر مشتمل عمدہ شہر دکھایا۔ آنے والے جنرلوں نے دیکھا کہ لوگ

تمام جانوروں کو اپنا دوست سمجھتے تھے اور انہیں کبھی نہیں ڈراتے یا ان کا پیچھا نہیں کرتے تھے۔ آخر میں، جنرل جودھپورا انہیں اس جگہ لے گیا جہاں اس نے پہلی بار پھول دیکھے تھے۔

"اور آپ کے لوگ یقیناً سب سے زیادہ خوش ہیں،" جنرل نکولائی مارکووچ نے بات آگے بڑھائی۔ اور ان دونوں نے مل کر کہا، "جنرل جودھپور، آپ پوری دنیا کے سب سے مشہور جنرل ہیں۔"



چاروں طرف میلوں دور تک پھیلے ہوئے کھیت ایسے لگتے تھے جیسے لاکھوں رنگوں کی چادر سے ڈھکے ہوئے ہوں۔ تینوں جنرل بیٹھ گئے—احتیاط کے ساتھ، تاکہ کسی بھی پھول کو نقصان نہ پہنچے—اور ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے۔ "یہ ایک شاندار خیال ہے،" جنرل کسٹرڈ نے کہا۔ "آپ نے اپنے ملک کو دنیا کا سب سے خوبصورت ملک بنا دیا ہے۔"



اور پوری دنیا کا سب سے مشہور جنرل پھولوں کے درمیان پیچھے کی طرف لیٹ گیا اور سورج کو دیکھ کر مسکرایا







جینیٹ چارٹرز

(اب ابیں) نے انگلینڈ کے سینٹ مارٹن سکول آف آرٹ میں تعلیم حاصل کی، جہاں اس کی ملاقات ساتھی طالب علم مائیکل فورمین سے ہوئی۔ جینیٹ اس وقت لندن میں دو خوبصورت بلیوں اور قدرے جنگلی باغ کے ساتھ رہتی ہے۔ وہ پینٹ کرنا جاری رکھتی ہے اور باقاعدگی سے اپنے کام کی نمائش کرتی ہے۔

مائیکل فورمین

پندرہ سال کی عمر میں آرٹ کا کل وقتی طالب علم بن گیا۔ اپنی انعام یافتہ تصویری کتابیں بنانے کے علاوہ، مائیکل نے بہت سے مشہور مصنفین کے کام کی مثال دی ہے، جن میں چارلس ڈکنز، آسکر وائلڈ، اور یہاں تک کہ شیکسپیئر بھی شامل ہیں۔

پبلشر کا نوٹ

جینیٹ چارٹرز (اب ابیں) دوسری جنگ عظیم کے موقع پر 1938 میں انگلینڈ میں پیدا ہوئے۔ سرد جنگ اور جوہری ہتھیاروں کی دوڑ سے پیدا ہونے والے غیر یقینی ماحول میں پرورش پاتے ہوئے، جینیٹ نے امن کی نزاکت کے بارے میں شدید آگاہی پیدا کی۔

مائیکل فورمین بھی 1938 میں انگلستان میں پیدا ہوئے تھے۔ جنگ کے بغیر دنیا کو نہ جانتے ہوئے، اس نے سوچا کہ یہ معمول ہے۔ ایک خوفناک رات جب ایک تین سالہ مائیکل تیزی سے سو رہا تھا، ایک بم اس کے سونے کے کمرے کی چھت سے ٹکراتا ہوا آیا — یہ اس کی پہلی یاد ہے۔ بم اس سے چند انچ چھوٹ گیا، فرش پر اچھالا، دیوار سے ٹکرا گیا، اور پھر چمنی میں گرا، جہاں یہ چمنی میں پھٹ گیا۔ جب جنگ ختم ہوئی، مائیکل نے امن کی دنیا کا انتظار کیا، لیکن بدقسمتی سے اس کی نوعمری جوہری جنگ کے خطرے میں گزری۔

اپنی پہلی کتاب تخلیق کرتے ہوئے، جنرل، جینیٹ اور مائیکل ایک پرلطف اور جاندار کہانی تیار کرنا چاہتے تھے جس سے دنیا کے بارے میں ہمدردانہ نقطہ نظر کی حوصلہ افزائی ہو۔ اب، تقریباً پچاس سال بعد، یہ کتاب اور بھی زیادہ متعلقہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ نہ صرف امن کی ضرورت ہے بلکہ ماحول کے لیے خطرہ، جس کی کہانی میں اشارہ کیا گیا ہے، دونوں اب واضح طور پر عیاں ہیں۔



ایک بار ایک مغرور جرنیل تھا جو اپنے گھوڑے سے گرا۔

صرف اپنے ارد گرد زمین کی خوبصورتی کو دریافت کرنے کے لیے۔ اس دن سے، اس نے دنیا کو امن اور خوبصورتی کی جگہ میں تبدیل کرنے کا عزم کیا۔

تقریباً پچاس سال پہلے، سرد جنگ کے عروج پر، ایک نوجوان جوڑے نے بچوں کے لیے ایک نئے انداز کی کتاب تخلیق کی۔ اس کتاب نے جنگ کی حماقت اور ماحول کو لاحق خطرات کا مقابلہ کیا۔ جان ایف کینیڈی ابھی حال ہی میں وائٹ ہاؤس پہنچے تھے، اور براک اوباما اس سال اگست میں پیدا ہونے والے تھے۔

دہائیوں بعد بھی، یہ کتاب بالکل نئی اور متعلقہ معلوم ہوتی ہے—اور خاص طور پر ہمارے موجودہ دور کے لیے ایک بہترین کتاب ہے۔

